بدلتی دُنیا کے تقاضے اور فکرِ اقبال

(پاک چین اقتصادی راہداری)

میاں ساجد علی
Contact: 0300-4246143
E-Mail: allamaiqbalstamps@gmail.com

دُنیا ہر لمحہ بدل رہی ہے ہر آنے والا دن یا وقت گزشتہ ایام کی نسبت زیادہ ترقی یافتہ صورت اختیار کررہاہے۔ موجودہ دَور کو ہم تکنیکی لحاظ سے ماضی کے تمام ادوار سے زیادہ ترقی کی طرف گامزن پاتے ہیں۔ فاصلے سمٹ رہے ہیں اور ترقی کے نئے نئے مواقع بدلتی دُنیا کی ایک منفرد شکل اختیار کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ یہ بدلتی دُنیا کے تقاضے ہیں جن پر استوار ہو کر ہی ہم دُنیا کے دوسرے ممالک اور اقوام کے ساتھ کھڑے ہو سکتے ہیں۔

علامہ اقبال کی شخصیت ایک مفکر کے طور پر نمایاں ہے مگرہم نے ان کو محض ایک شاعر ہی سمجھا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ گزشتہ صدی اور اسلامی تاریخ کے بہت بڑے شاعر تھے۔ میرے خیال میں یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ انہوں نے اپنی فکر کو پھیلانے کے لیے شاعری کا سہارا لیا یا پھر یوں کہہ لیجیے کہ اس مقصد کے لیے شاعری انہیں الہام کی گئی تھی۔ جس کا اظہار اُنہوں نے اس انداز سے کیا ہے:

نغمہ کجا و من کجا‘ سازِ سخن بہانہ ایست
سوئے قطارمی کشم ناقۂ بے زمام را

پھر ایک جگہ فرماتے ہیں:

مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ میں ہوں‘ محرمِ رازِ درونِ میخانہ

فکرِ اقبال کے بہت سے پہلو ابھی تک پنہاں ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ عیاں ہوتے جا رہے ہیں کیونکہ علامہ اقبال نہ صرف شاعر تھے بلکہ وہ عالمِ اسلام کے ایک عظیم مفکر بھی تھے۔ علامہ اقبال نے جہاں بہت سی پیش گوئیاں کیں جو نہ صرف وقت کے ساتھ ساتھ مکمل ہوتی نظر آ رہی ہیں بلکہ اُن کے اثرات و ثمرات اس بدلتی دُنیا کے تقاضوں کو پورا کر رہی ہیں۔ دَورِ حاضر میں پاکستان کا ترکی اور چین کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا اور ایشیائی ریاستوں سے تعلقات کو مضبوط کرنا فکرِ اقبال کی روشنی میں ایک اہم پیش رفت ہے۔ اُنھوں نے اپنے مفکرانہ تخیلات کے ذریعے اِن ممالک کے حال اور مستقبل کے اہم پہلوئوں کے پردے چاک کیے تھے۔ اقبال کی شخصیت ہمیں منزل کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ منزل تک رسائی کے لیے راہ بھی ہموار کرتی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ علامہ اقبال بنیادی طور پر سیاست دان نہ تھے‘ اس کے باوجود انہوں نے برصغیر پاک و ہند کی مسلمان قوم کے مستقبل کے بارے میں جو کچھ سوچا اور ان کے مسائل کا جو حل پیش کیا وہ ان کی بیدارمغزی اور معاملہ فہمی بلکہ کہنا چاہیے کہ سیاسی تدبر کا شاہکار ہے۔ ۱۹۳۰ء سے قبل تو سوال ہی کیا پیدا ہوسکتا تھا‘ اس کے بعد بھی ایک طویل عرصے تک ہندوستان کی تقسیم کا خیال تک کسی کے ذہن میں نہیں آ سکتا تھا۔ یہ صرف علامہ مرحوم ہی کی دُوررَس اور دُوربین نگاہ تھی جس نے حالات کے رُخ اور زمانے کی رفتار کو پہچان کر مسلمانانِ ہند کے جملہ مسائل کا حل اسے قرار دیاکہ ہندوستان کے کم از کم شمال مغربی گوشے میں واقع مسلم اکثریت کے علاقوں پر مشتمل مسلمانوں کی ایک آزاد اور خودمختار مملکت قائم کی جائے۔ اگر تاریخی حوالے سے دیکھا جائے تو پاکستان کی پیش گوئی اقبال نے اپنے خطبہ الہ آباد کے صدارتی اجلاس میں کر دی تھی۔ علامہ اقبال نے اپنے صدارتی خطبہ میں فرمایاتھا کہ:

’’میں یہ چاہوں گا کہ پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک ہی ریاست بنادیا جائے۔ یہ خودمختار ریاست خواہ سلطنت برطانیہ کے اندر ہو یا باہر، میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک مسلم ریاست قائم کرنا ہو گی اور یہی اِن کی تقدیر ہے۔‘‘

علامہ اقبال نے یہ بیان ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کو الہ آباد میں دیا تھا اور پاکستان ۱۴ اور ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کی درمیانی شب ایک آزاد اسلامی ریاست بن کر دُنیا کے نقشے پر اُبھرا تھا۔ علامہ اقبال نے پاکستان کے متعلق جو پیش گوئی کی تھی وہ اُس نورِ قرآنی کا ثمر تھا۔ جس کا اظہار اُنھوں نے یوں کیا:

ازاں نورے کہ از قرآں گرفتم
سحر کردم صد و سی سالہ شب را

اقبال قوم میں ایک ولولۂ تازہ اور قوت کا احساس پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ایک سو تیس سالہ غلامی کی سیاہ رات کو خندۂ سحری میں بدل دینے کے لیے طرب ناک شعر ہرگز سودمند نہ ہوسکتا تھا۔ فکرِ اقبال ہلکے سروں کی خواب آور راگنیاں صورِ سرافیل بن کر مردہ قوم کو خواب گراں سے جگانے کے کام آئیں۔ تاریخ کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ رات سلطان ٹیپو کی شہادت ۱۷۹۹ء سے شروع ہوئی اور ایک سو تیس سال تک قائم رہی۔

اِسی طرح چینی قوم کے بارے میں اُنھوں نے کہا تھا کہ

گراں خواب چینی سنبھلنے لگے
ہمالہ کے چشمے اُبلنے لگے

علامہ اقبال کی چین کے متعلق یہ پیش گوئی بالِ جبریل کی نظم ’ساقی نامہ‘ میں کی گئی تھی۔ بالِ جبریل کی اشاعت کا سال ۱۹۳۵ء ہے اور موجودہ چین نے یکم اکتوبر ۱۹۴۹ء کو اپنی آزادی کا اعلان کیا تھا۔ چین میں علم کے حصول کی بات تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل ہی کردی تھی کہ ”علم حاصل کرو، خواہ تمھیں چین ہی جاناپڑے“۔

اِسی طرح ہمسایہ ملک افغانستان کے بارے میں جاوید نامہ میں لکھتے ہیں کہ:

آسیا یک پیکر آب و گل است
ملتِ افغان درآں پیکر دل است
از فسادِ او فسادِ آسیا
در کشادِ او کشادِ آسیا

اگر تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو اقبال کی یہ تینوں مندرجہ بالا پیش گوئیاں سچ ثابت ہوئیں اور انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ پاکستان، چین اور افغانستان کی سرحدیں ایک دوسرے سے منسلک ہیں اور مسلم ایشیائی ریاستوں کے لیے سمندر کے پانیوں تک اہم خشکی کی گزرگاہیں بھی انھیں ممالک سے ہو کر گزرتی ہیں۔

ماضی قریب میں حکومت پاکستان نے ہمسایہ ملک چین کے ساتھ اقتصادی راہداری کے منصوبے کے کام کا آغاز کیا۔ یہ اقتصادی راہداری پاکستان اور چین کے لیے جہاں خصوصی اہمیت کی حامل ہے وہاں اِس خطے کے دوسرے ممالک یعنی افغانستان اور مسلم ایشیائی ریاستوں کے لیے بھی اہم ثابت ہوگی۔ اِس منصوبہ کے بیشتر معاشی فوائد مستقبل میں عیاں ہوں گے لیکن اِس مقالہ میں اسے فکرِ اقبال کے پس منظر میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اقبال کی دُور اندیش نظر نے یہ بھانپ لیا تھا کہ اِس خطہ کے اہم برّی راستوں کے لیے

شاہراہوں کا جال اِن علاقوں کی ترقی کے لیے ناگزیر ہو گا۔ ۱۹۳۳ء میں اقبال نے حکومتِ افغانستان کی دعوت پرسید سلیمان ندوی اور سر راس مسعود کے ہمراہ افغانستان کا دورہ کیا۔ اِس دورہ کی روداد سید سلیمان ندوی نے ’سیر افغانستان‘ میں کی ہے وہ رقمطراز ہیں کہ:

’’ ڈاکٹر اقبال صاحب نے بھی سڑکوں کی تعمیر کے کام پر بہت زور دیا اور فرمایا کہ آئندہ تجارتی آمدورفت کے سلسلہ میں سینٹرل ایشیا اور افغانستان کی مرکزیت یقینی ہے۔‘‘

یہ مندرجہ بالا بیان کسی حکمت سے کم نہیں ہے۔ علامہ اقبال کی دور رس نگاہ ۱۹۳۳ء میں ہی افغانستان کے دورہ میں بھانپ گئی تھی کہ اس خطہ کی ترقی کے لیے کیا تقاضے ہوں گے؟

پاک چین اقتصادی راہداری کے سلسلے میں اقبال کا یہ مندرجہ بالا بیان بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ذرائع نقل و حمل اور تجارت کے لیے راہداریاں دُنیا کے بہت سے ممالک کے لیے اہم سنگِ میل

ہیں۔ جیسا کہ چین کے لیے جنوبی ایشیا میں بحیرہ عرب کے گرم پانی کے سمندر کا حصول اُس کے معاشی حالات کا ایک تقاضا ہے تاکہ وہ اپنی تجارت کے لیے اس خشکی کے راستے کے ذریعے سمندر کو استعمال کرتے ہوئے افریقہ، یورپ اور امریکہ تک پہنچے۔ اِس ضمن میں پاکستان کی سرزمین اِس لئے اُس کی پہلی ترجیح ہے۔ اِس اقتصادی راہداری سے جہاں چین کو تجارتی فوائد حاصل ہوں گے وہاں پاکستان، افغانستان اور ایشیائی ریاستوں کے لیے بھی تجارت کے نئے دَر کھلیں گے۔ ہم فکرِ اقبال کی روشنی میں اِس منصوبے کی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ علامہ اقبال نے اپنی بیاض میں روس اور جاپان کی جنگ کے نتائج کا ذکر بھی کیاہے۔ روس اور جاپان کے درمیان یہ لڑائی بیسویں صدی کی پہلی بڑی لڑائی تھی۔ روس نے بحرالکاہل پر اپنی بحریہ اور سمندری تجارت کے فروغ کے لیے گرم پانی کے ساحل پر قبضے کی کوشش کی۔ جس میں جاپان نے روس کو شکست دی اور اس کے بحری بیڑے کو زبردست نقصان پہنچایا۔ اس لڑائی سے مشرقی ایشیاء میں طاقت کا توازن قائم ہوا۔

اس ضمن میں ہمیں ۲۲اپریل ۲۰۱۵ء کو بھارت کے اخبار فرسٹ پوسٹ(First Post) کی یہ تحریر ذہن نشین کرنی چاہیے:

"CPEC will be a strategic game changer in the region, which would go a long way in making Pakistan a richer and stronger entity than ever before".

اپریل ۲۰۱۵ء میں جب عوامی جمہوریہ چین کے صدر نے پاکستان کا دَورہ کیا تو اُنھوں نے ایک بیان دیا کہ- ”یہ میرا پاکستان کا پہلا سرکاری دَورہ ہے اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے میں اپنے بھائی کے گھر آیا ہوں“۔

پاکستان کی فضا پر تشویش اور بددلی و مایوسی کے جو بادل چھائے ہوئے ہیں ان کے درمیان سے جھانک کر واقعات کی دُنیا میں حالاتِ حاضرہ کے داخلی اور خارجی پہلوئوں کا مشاہدہ کیا جائے تو صورتِ حال کچھ یوں نظر آتی ہے کہ:

کارگل ہمارے ہاتھ سے جاچکا ہے اور کشمیر کی کنٹرول لائن آئے دن کی بھارتی جارحیت سے خون آلود ہوتی رہتی ہے۔ پھر کشمیر کے علاوہ ہماری حساس ترین سرحد سے ملحق بھارتی پنجاب شدید خلفشار اورعدم استحکام کا شکار ہے اور اس ضمن میں کوئی دن نہیں جاتا جب بھارتی زُعما میں سے کوئی نہ کوئی ہمیں موردِ الزام نہ ٹھہراتا ہو۔ نتیجتاً پاکستان سے بھارت کی پیدائشی دشمنی اور مستقل نفسیاتی اور واقعاتی آویزش پر مستزادیہ فوری اور شدید اندیشہ سر پر منڈلارہاہے کہ کسی بھی وقت اپنے اندرونی خلفشار کے باعث جھنجھلا کر بھارت کسی بڑی جارحیت کا ارتکاب نہ کر گزرے۔ دوسری جانب افغانستان کی صورتِ حال اور اُس کے داخلی نظریاتی تصادم پر مستزاد امریکہ کی ننگی اور براہِ راست مداخلت اور روس، بھارت اور ایران کی قدرے ڈھکی چھپی اور بالواسطہ دخل اندازی نے نہ صرف یہ کہ پاکستان اور ایشیائی وسطی ریاستوں کے پورے علاقے کی قسمت کو گویا ایک معلّق ترازو سے وابستہ کر دیا ہے۔ چنانچہ جہاں اس کی بھی اُمید ہے کہ ایک مردِ درویش کے لگ بھگ اَسی برس قبل کے الفاظ کہ:

اک ولولۂ تازہ دیا میں نے دلوں کو
لاہور سے تاخاکِ بخارا و سمر قند!

حقیقت و واقعیت کا رُوپ دھار لیں اور یہ خطہ ایک وحدت کی صورت اختیار کرکے اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور عالمی غلبے کا نقطۂ آغاز بن جائے، وہاں یہ خطرہ بھی حقیقی اور واقعی ہے کہ سائبیریاکا برفانی ریچھ بحیرۂ عرب کے گرم پانی میں غوطہ لگانے کے لیے آخری دَوڑ کا آغاز کر دے اور ’خاکم بدہن‘ پاکستان بھی اُس کی عریاں جارحیت کا نشانہ بن جائے۔ ہماری قومی اور عوامی سیاست کے اصل اور عظیم تر درمیانی دھارے میں جو طوفانی لہر حال ہی میں اُٹھی ہے اُس کے ضمن میں یہ بات بھی بالکل غلط نہیں ہے کہ یہ کسی حد تک اقتدار کے حصول کی حوس کا ردِ عمل ہے اور اس بات میں بھی یقینا کچھ نہ کچھ صداقت موجود ہے کہ حالیہ طوفانی کیفیت زیادہ دیر برقرار نہیں رہ سکتی۔ ان حالات میں پاک چین اقتصادی راہداری کی اہمیت اور واضح ہوجاتی ہے۔ میں جب علامہ اقبال کے فکر کی روشنی میں موجودہ طوفانی لہر کا جائزہ لیتا ہوں تو مجھے بعینہٖ وہی صورت نظر آتی ہے جو حضرتِ علامہ نے اُس تہذیب حاضر کے تجزیے کے ضمن میں پیش فرمائی ہے جو اپنے آغاز کے اعتبار سے تو یقینا مغربی اور یورپی تھی لیکن اپنے اثرونفوذ کے اعتبار سے دیکھتے ہی دیکھتے عالمی اور آفاقی بن گئی تھی اور اس وقت پورے کرۂ ارضی کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے۔

نکل کر صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا

سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

ایک تاریخ دان کا قول ہے کہ مشرق ہمیشہ تلوار رہا ہے اور مغرب سپر۔ آخری بار تلوار مسلمانوں کے ساتھ حرکت میں آئی اور اس کا ردِ عمل مغرب کی مشرق پر موجودہ یلغار ہے جس سے تاریخ کے ایک نئے باب کا آغاز ہوتاہے۔ مشرق اس طوفان سے جو اس پر ٹوٹنے والا تھا‘ بے خبر تھا۔ اس کے ذہن پر اپنی برتری کا احساس چھایا ہوا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھاکہ سات سمندر پار بسنے والی قوم یا قومیں اسے کوئی نقصان پہنچاسکتی ہیں۔ اقبال کے نزدیک ایشیائی ممالک کے لیے کامیابی و کامرانی اُن کے آپس کے تعلقات اور اتفاقات میں پوشیدہ ہے۔ اپنی مثنوی ’پس چہ باید کرد اے اقوام شرق‘ میں اقبال نے مشرق کی اقوام کو خواب سے بیدار ہونے کا پیغام سنایا اور ایشیائی اقوام کو مغربی دُنیا کی چالوں اور ہتھکنڈوں سے نجات کے لیے اتحاد کا درس دیا تھا۔ اقبال نے جن حالات میں اقوامِ مشرق کی حمایت اور سربلندی کا بیڑا ٹھایا وہ آج بھی موجود ہیں بلکہ دورِ جدید انہی کا سلسلۂ جاریہ ہے۔ اقبال نے اقوامِ مشرق کے لیے یہ پیغام دیا کہ

ربط و ضبطِ ملتِ بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے ہیں اِس نکتے سے اب تک بیخبر

عوامی جمہوریہ چین جو کہ اس وقت ایک عالمی طاقت کے طور پر نہ صرف ابھر رہا ہے بلکہ ایک مضبوط معاشی ملک بھی ہے جس کی تجارتی اور معاشی پالیسیوں سے فائدہ اُٹھا کر ہم نہ صرف پاکستان کو مضبوط بنا سکتے ہیں بلکہ ثقافتوں کا تبادلہ بھی ایک خوش آئند اقدام ہوگا۔

تہذیبوں کے تبادلہ کے سلسلے میں اقبال نے اپنی بیاض میں ایرانی تہذیب کے متعلق لکھا تھا کہ:

‘ ‘نہاوند کی لڑائی نے عربوں کو نہ صرف ایک خوبصورت ملک دیا بلکہ ایک ایسی قدیم تہذیب دی یا زیادہ بہتر طور پر یوں کہنا چاہیے کہ ایسی قوم سے آگاہی دی جو سامی اور آریائی مواد سے ایک نئی تہذیب کو جنم دے سکتی تھی۔ ہماری اسلامی تہذیب سامی اور آریائی تصورات کی باہمی پیوندکاری کی پیداوار ہے۔ یہ ایسے نو عمر کی طرح ہے جس کو دھیماپن اور شائستگی اِس کی آریائی ماں سے اور پختہ کردار اس کے سامی باپ سے تَر کے میں ملا۔ لیکن فارس کی فتح کے بغیر اسلامی تہذیب یک طرفہ رہ جاتی‘‘۔

پاک چین اقتصادی راہداری سے پہلے اِس خطے میں قدیم سِلک روٹ (Silk Route) اور شاہراہِ قراقرم جیسی گزرگاہوں کی اہمیت اور افادیت عیاں ہے۔ جن کی بدولت اس خطے کے تجارتی تعلقات ایشیائے کوچک کے علاقوں سے قائم ہوئے۔ اسی طرح شیر شاہ سوری کی بنائی ہوئی جی ٹی روڈ بھی اپنی تاریخی اور تجارتی اہمیت کے ساتھ نمایاں ہے۔ دورِ جدید میں بنی ہوئی موٹروے بھی اپنی اہمیت منوا چکی ہے۔ پاک چین اقتصادی راہداری صرف ایک سڑک ہی نہیں ہے بلکہ ترقیاتی منصوبوں کا ایک جال ہے۔ پاک چین اقتصادی راہداری کا یہ منصوبہ ۳۲۱۸ کلومیٹر طویل گزرگاہوں پر مشتمل ہے۔ یہ طویل منصوبہ پاکستان اور چین کے تعلقات کو نئی بلندیوں پر لے کر جائے گا۔ یہ ایک سفر کی شروعات اور اُمید ہے کہ اس منصوبے سے پاکستان کی معیشت میں اضافہ ہوگا اور لوڈ شیڈنگ کا خاتمہ ہوگا‘ جس کے ثمرات نمایاں ہو رہے ہیں۔ پاک چین اقتصادی راہداری کا تصور بے حد خوش آئند ہے۔ کاشغر سے شروع ہونے والی شاہراہ گوادر تک جائے گی‘ ریلوے ٹریک بھی پہلو بہ پہلو چلے گا۔ گہرے سمندر والی دُنیا کی سب سے بڑی بندرگاہ کا اعزاز گوادر کو حاصل ہوگا۔ کاشغر اور اسلام آباد کے مابین آپٹک فائبر لائن اِس کے علاوہ ہوگی۔

فکرِ اقبال کی روشنی میں پاک چین اقتصادی راہداری صرف سڑکوں کا جال ہی نہیں بلکہ توانائی کے منصوبوں کی بازگشت بھی ہے۔ اس تاریخی منصوبے سے زراعت کے شعبے کو بھی فروغ ملے گا۔ اسی راہداری سے پاکستانی زراعت کی رسائی چین کی منڈیوں تک ہوگی۔ اس کے علاوہ چین کے مشرقی حصہ کی آبادی جوکہ مغربی حصہ کی آبادی سے نسبتاً زیادہ ہے‘ مغربی حصہ میں رہائش پذیر ہو رہی ہے جو کہ خوراک اور اُس کی طلب میں اضافہ کا باعث بنے گی۔ پاکستان سے زرعی اجناس وہاں برآمد کی جائیں گی۔ موجودہ حالات میں تقریباً ساٹھ ہزار پاکستانی مختلف ترقیاتی منصوبوں کی وجہ سے برسرِ روزگار ہیں۔ اس کے علاوہ جدید تکنیکی آلات اور صلاحیتوں کا تبادلہ بھی پاکستان کے لیے خوش آئند ہے۔ امریکہ کے اداروں یونائیٹڈ سٹیٹ نیشنل سائنس فائونڈیشن اور نیشنل سائنس بورڈنے ایک رپورٹ کا اجراء واشنگٹن ڈی سی سے ۲۰۱۷ء میں

کیا۔ جس کا عنوان Science and Engineering Indicators ہے۔

یہ رپورٹ دو جلدوں پر مشتمل ہے، جس میں لکھاہے کہ:

"The country is now the second-largest Reseach and Development (R & D) spender in the world, accounting for 21 percent of the total of nearly $2 trillion. The United States with 26 percent ranks first. What is particularly impressive is the rate of increase: R&D outlays in China grew at the rate of 18 percent a year between 2000 and 2015 - more than four times faster than the United States rate of four percent. China will soon become the largest spender in the world".

مندرجہ بالا جائزہ پاکستان میں منصوبہ سازوں (Policy makers) کے لیے دلچسپی کا باعث ہے۔ ۱۲مارچ ۲۰۱۸ء کو لاہور میں ہونے والی پاک چین اقتصادی راہداری کے حوالے سے ایک کانفرنس میں ایک رپورٹ پیش کی گئی جس کے تحت ۶۵۔۴ بلین ڈالر پانچ بڑی شاہراؤں کے لیے مختص ہیں جبکہ ۵۷۔۸ بلین ڈالر ریلوے کے لیے مختص ہیں۔ توانائی کے لیے ۳۲ بلین ڈالر مختص ہیں۔ اسی طرح کے

اور بہت سے ترقیاتی منصوبے اس کا حصہ ہیں جس کی وجہ سے یہ منصوبہ گیم چینجر(Game Changer) کہلا رہا ہے۔

جب بات وسطی ایشیا کی ہورہی ہے تو ہم علامہ اقبال کی ایک اور پیش گوئی پر بھی نظر ڈالتے ہیں، جس کا اشارہ اُنہوں نے اِس شعر میں دیا تھا کہ:

ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ

تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

اِس شعر میں لفظ ہفت کشور انتہائی اہم ہے اور پورے شعر کا خلاصہ و تشریح اسی لفظ میں پنہاں ہے۔ ہفت کشور سے مراد ‘سات زمینیں’ یا ‘سات خطے’ ہیں۔ اگر وسطی ایشیا کے نقشے پر نظر ڈالی جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ سات ممالک ایسے ہیں جن کے ناموں کے آخر میں لفظ ‘تان’ مشترک ہے۔ اِن ممالک کے نام پاکستان، افغانستان، تاجکستان، ترکمانستان، کرغستان، قزاقستان اور ازبکستان ہیں۔ اِن ممالک میں پاکستان واحد ریاست ہے جس کی سرحدپر گرم پانی کا سمندر موجود ہے۔ جس سے اُس کی اہمیت واضح ہے۔ باقی چھ ممالک کی تجارت کے لیے پاکستان کے سمندر تک اقتصادی راہداری کا تجارتی راستہ کس قدر اہم ہو جاتا ہے، اِس کا اندازہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے

اور کچھ بعید نہیں کہ فکرِ اقبال کی روشنی میں مستقبل میں یہ سات ممالک ایک مضبوط فیڈریشن کے طور پر اُبھریں۔ آج سے تقریباً ۸۵۰ برس قبل حضرت نعمت اللہ شاہ ولیؒ نے کچھ پیش گوئیاں کی تھیں جو وقت کے ساتھ ساتھ سچ ثابت ہوئیں۔ پاکستان اور چین کے حوالے سے اپنے فارسی شعر میں وہ فرماتے ہیں کہ:

بہر صیانت خود از سمت کج شمالی

آید برائے فتح امداد غائبانہ

ترجمہ: اپنی مدد کے لیے شمال مشرق کی طرف سے فتح حاصل کرنے کے لیے غائبانہ امداد آئے گی۔

مستقبل قریب یا بعید میں رُونما ہونے والے بڑے بڑے واقعات اور انقلابات کے پردوں میں جھانک کر مسلم اُمہ مادی، سیاسی اور روحانی طور پر عدم توجہی سے گریز کرتے ہوئے عالمِ غیب کے اِس نایاب خزانے کی راہنمائی میں پُر آشوب مستقبل سے نمٹنے کے لیے ابھی سے تیاری کریں کہ یہی پیش بینی، دُور اندیشی اور دانشمندی کی غرض و غایت اور مقصد و مدعا نظر آتا ہے۔ بقول اقبال:

کھول کر آنکھیں مرے آئینہ گفتار میں

آنے والے دَور کی دُھندلی سی اِک تصویر دیکھ

بے شک پاکستان چین دوستی ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے جس کے لیے ہمہ موسمی، ہمالہ سے بلند اور سمندر سے گہری جیسے استعارات استعمال ہوتے ہیں۔ مگر یہ واضح رہے کہ بین الاقوامی تعلقات میں جذبات نہیں چلتے ہر کوئی اپنے مفاد کا تحفظ کرتا ہے۔

کسی بھی ملک یا خطہ کی ترقی کے لیے ذرائع ابلاغ اور ذرائع آمدورفت ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پاکستان اور چین کے درمیان یہ اقتصادی راہداری کا منصوبہ خطے میں تجارت کے لیے اہم پیش رفت ثابت ہو گا۔ جہاں چین کو اِس منصوبے سے بے انتہا فوائد حاصل ہوں گے وہیں پاکستان کے ساتھ ساتھ وسطی ایشیائی ریاستوں کے لیے بھی نئی تجارتی گزرگاہیں میسر آئیں گی۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ

علامہ اقبال جیسا مفکر ہمیں نصیب ہوا جس نے ماضی کی عظمتِ رفتہ کو خوبصورت انداز میں نہ صرف پیش کیا بلکہ مستقبل میں آنے والے درخشندہ پہلوئوں کو بھی اُجاگر کیا۔ فکرِ اقبال ہماری ہر طرح سے راہنمائی کرتی ہے۔ یہی فکرِ اقبال پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کی پاسبان ہے۔ اقبال کی شخصیت نے جس طرح قدرت کے رازوں سے پردہ اُٹھایا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ جب فکرِ اقبال ایک آزاد مملکت کے حصول میں ہماری راہنمائی کر سکتی ہے تو کیا ہم پاکستان کی ترقی اور خوشحالی کے لیے اِس سے راہنمائی نہیں لے سکتے؟

سب سے بڑی ضرورت جس کو محسوس کرنا لازم ہے وہ ذاتی اور قومی وجود ہے۔ اگر یہی نہیں تو ساری تگ و دو اور جدوجہد بے معنی ہو گی۔ یہ بڑی سامنے کی بات ہے جسے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے فوراً بعد محسوس کرلیا گیا تھا۔ اگرچہ اسے کوئی نام نہیں دیا گیا تھا۔ اقبال نے اسے ’خودی‘ کا نام دیا۔

اس طویل سفر کے بعد ہم آخر اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں اقبال کا روئے سخن تمام اقوامِ مشرق کی طرف ہے اور وہ انھیں بحالاتِ موجودہ حقیقت پسندانہ مشورہ دیتے ہیں۔ وہ یورپ کے متعلق کچھ نہیں کہتے۔ ان کی رائے میں تو وہ ختم ہو بھی چکا۔ سمجھ لیجیے اس کی تہذیب اپنے خنجر سے خودکشی کر بھی چکی۔ سوال اقوامِ مشرق کے اپنے عروج کا ہے۔ وہ کیسے حاصل ہو؟ اس کے متعلق اقبال کو پورا پورا یقین ہے اور وہ ملہمانہ انداز میں کہتے ہیں:

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنّابی ہے

یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے!

اسی بلوہ مشاہدہ کی بنا پر وہ پکار اُٹھتے ہیں کہ دیکھو: مشرق کے عروقِ مردہ میں خونِ زندگی دوڑ گیا۔ اس کے عروج کا زمانہ شروع ہو گیا۔ اس کے سینے میں انقلاب ہی انقلاب کروٹیں لے رہے ہیں۔ اگر پاک چین اقتصادی راہداری کو ہم فکرِ اقبال کی روشنی میں دیکھیں تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ پاک چین اقتصادی راہداری کا منصوبہ صرف ایک ترقیاتی منصوبہ ہی نہیں ہے بلکہ اس خطے میں طاقت کا توازن بھی برقرار رکھنے میں معاون ثابت ہو گا۔

آخر میں مَیں اپنی اِس بات کو علامہ اقبال کی ایک رُباعی کے ساتھ ہی اختتام پذیر کرتا ہوں:

سُرورِ رفتہ باز آید کہ ناید؟

نسیمے از حجاز آید کہ ناید؟

سر آمد روزگارِ ایں فقیرے

دگر دانائے راز آید کہ ناید؟

ترجمہ: (کیا معلوم) ماضی کا (گزراہوا) ترانہ پھر سے چھڑے یا نہ چھڑے (ملت اسلامیہ کی عظمت رفتہ کا دور واپس آئے یا نہ آئے) حجاز سے بادِ نسیم (کا کوئی جھونکا) آئے یا نہ آئے۔ اس فقیر (اقبال) کا دور بیت گیا (اب) کوئی دوسرا دانائے راز آئے یا نہ آئے۔